تقریر

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7منٹ

# وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

## اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْمُؤْمِنُ

(تقریر نمبر20)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (الحشر:24)

یعنی وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے اور کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے
وہ دل مجھے عطا کر جو ہو نثارِ جاناں
جو ہو فدائے دلبر وہ جان مجھ کو دے دے

(کلام محمود)

**سامعین!** اللہ تعالیٰ کا ایک نام **اَلْمُؤْمِنُ** ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کی یہی صفت **اَلْمُؤْمِنُ** تقریر کا موضوع ہے۔

لسان العرب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفت **اَلْمُؤْمِنُ** کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ **اَلْمُؤْمِنُ** وہ ہستی ہے جس نے اپنی مخلوق کو اس بات سے امن عطا کیا کہ ان پر کوئی ظلم کرے۔ بعض نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ **اَلْمُؤْمِنُ** وہ ذات ہے جس نے اپنے اولیاء کو اپنے عذاب سے امن بخشا ہے۔

ابو العباس کہتے ہیں کہ عربوں کے نزدیک **اَلْمُؤْمِنُ** کا معنی اَلْمُصَدِّقُ ہے اور مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اُمّتوں سے رسولوں کی تبلیغ سے متعلق سوال کرے گا تو وہ کسی بھی رسول کی بعثت کا انکار کر دیں گے اور اپنے انبیاء کی تکذیب کریں گے۔ پھر اُمّتِ محمدیہ لائی جائے گی اور ان سے یہی سوال کیا جائے گا تو وہ سابقہ انبیاء کی بھی تصدیق کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ ان کی تصدیق کرے گا۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کو مؤمن یعنی اَلْمُصَدِّقُ کہا گیا ہے نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کی تصدیق کریں گے اور یہی مضمون اس آیت کریمہ کا ہے جو فرمایا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا (النساء:42) یعنی کیا حال ہو گا جب ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

پھر کہتے ہیں کہ... جو قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا ہے کہ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مؤمنوں کی تصدیق کرتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی صفت **اَلْمُؤْمِنُ** کے معنی ہیں جو اپنے بندوں سے کئے ہوئے وعدے سچ کر دکھائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”اللہ جلشانہ‘ نے اسلامی اُمّت کے کُل لوگوں کے لئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد ٹھہرایا ہے اور فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (المزّمل:16) اور فرمایا وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:42) مگر ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تیئیس برس تک اپنی اُمّت میں رہے، پھر یہ سوال کہ دائمی طور پر وہ اپنی اُمّت کے لئے کیونکر شاہد ٹھہر سکتے ہیں یہی واقعی جواب رکھتا ہے کہ بطور استخلاف کے یعنی موسیٰؑ کی مانند خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی قیامت تک خلیفے مقرر کر دیئے اور خلیفوں کی شہادت بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت متصور ہوئی... غرض شہادتِ دائمی کا عقیدہ جو نصّ قرآنی سے بتواتر ثابت اور تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے تبھی معقولی اور تحقیقی طور پر ثابت ہوتا ہے جب خلافت دائمی کو قبول کیا جائے۔“

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 363)

ثعلب نے بیان کیا ہے کہ **اَلْمُؤْمِنُ** کا معنی مصدّق ہے اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دعویٰ ایمان کی تصدیق کرنے والا ہے۔

خاکسار نے تقریر کے آغاز پر جو آیت تلاوت کی گئی ہے اس کی تفسیر میں روح المعانی میں **مؤمن** کے لفظ کے تحت لکھا ہے کہ اپنی اور اپنے رسولوں کی اس بارے میں تصدیق کرنے والا کہ انہوں نے اس کی طرف سے، یعنی اللہ کی طرف سے جو پیغام پہنچایا ہے وہ درست ہے، خواہ وہ یہ تصدیق اپنے قول سے کرے یا معجزات دکھانے سے کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ الحشر آیت 24 کی وضاحت میں مؤمن کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہو گا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔ لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے۔ وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 375)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے بھی اَلْمُؤْمِنُ کا ترجمہ ”امن کا بخشنے والا۔ اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا“ کے لیے ہیں۔

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 70)

بعض نے **اَلْمُؤْمِنُ** کا معنی کیا ہے وہ جو کہ زوال کے عیب سے خود امن میں ہے کہ خدا تعالیٰ پر کسی قسم کا زوال آنا محال ہے۔

امام راغب اپنی لغت مفردات امام راغب میں لکھتے ہیں کہ **اَلْمُؤْمِنُ** کے اصل معنی ہیں طمانیّتِ نفس حاصل ہونا اور خوف کا زائل ہونا۔ پھر لکھتے ہیں کہ آمِن، امن پانے والا، بعض کے نزدیک اس سے مراد ہے اللہ کے حکم کے مطابق امن پانے والا اور اس لحاظ سے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران:98) کا معنی ہو گا کہ جو شخص حرم میں داخل ہو جائے نہ اس سے قصاص لیا جاتا ہے نہ اس کے اندر قتل کیا جاتا ہے سوائے اس کے کہ وہ حرم کی حدود سے باہر آ جائے۔ کہتے ہیں یہی مضمون ان آیات میں ہے۔ فرمایا اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا (العنکبوت:68) کہ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک امن والا حرم بنایا ہے۔ یہ معنی جو انہوں نے کئے ہیں اس سے بھی بہت وسیع معنی ہیں۔ یہ اعلان اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا اعلان ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔ جو بھی مسلمانوں کے حالات ہوئے یا ہیں، اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ان کو توفیق دی ہے کہ اس کے تقدّس کو قائم رکھیں بلکہ اصل میں تو کہنا یہ چاہئے کہ یہ تقدّس اللہ تعالیٰ نے خود قائم کیا ہوا ہے۔ اسلام سے پہلے بھی اس کا تقدّس تھا۔ عربوں کی جہالت کے زمانے میں بھی اس کی حیثیت حرم کی تھی اور امن کا نشان سمجھا جاتا تھا جبکہ ارد گرد کے ماحول میں اُس جہالت کے دور میں کسی بھی قسم کے امن کی ضمانت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس امن والے گھر کی حفاظت بھی خدا تعالیٰ نے ہمیشہ خود فرمائی ہے۔ قرآن کریم میں وہ واقعہ درج ہے جس میں اصحاب فیل سے محفوظ رکھا تھا۔ اس لشکر کے سامنے اس وقت اہل مکّہ کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔ دنیا کو یہ بتا دیا کہ یہ امن والا گھر میرا گھر ہے۔ اس کو دنیا کے امن کے نشان کے طور پر مَیں نے بنایا ہے۔ اس کی طرف جو بھی ٹیڑھی نظر سے دیکھے گا اس کی اپنی سلامتی اور امن کی کوئی ضمانت نہیں ہو گی۔

پھر یہ دوسری آیت کی مثال دیتے ہیں کہ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ:126) اور جب ہم نے اپنے گھر کو لوگوں کے بار بار اکٹھا ہونے کی اور امن کی جگہ بنایا اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی

جگہ پکڑو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کے طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب گھر کو پاک صاف بناؤ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لفظ اَمْنًا کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا کہ اَمْنًا، یہ مقام امن والا ہو گا۔ اس کے ایک معنے یہ ہیں یعنی اسے دوسروں سے ہمیشہ محفوظ رکھا جائے گا۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ یہ مقام دوسروں کو امن دینے والا ہو گا اور چونکہ حقیقی امن اطمینان قلب سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اَمْنًا کے تیسرے معنے یہ بھی ہیں کہ اطمینان قلب بخشنے والا۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 166)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے فرماتے ہیں:

"امن کے ذکر کے بعد اس آیت میں مَقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى کا جو ذکر آیا ہے اس لئے کہ اے مسلمانو! یہ لوگوں کے امن کی ضمانت بھی ہے اور ابراہیمی قربانیوں اور عبادتوں میں اس کا امن چھپا ہوا ہے۔ اس پر عمل کر کے ہی تم امن حاصل کر سکتے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ۔ یعنی کامل پیروی کرو تا نجات پاؤ۔ یہ ابراہیم جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ۔ آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمّت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہو گا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہو گا" (اربعین نمبر 3، روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 420-421)

پس امن کی یہ ضمانت اس گھر سے منسوب ہونے والے کے لئے تب ہے جب عبادت کے بھی وہ رُخ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس زمانے میں کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ان کو امن دینے والا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ پس احمدی کو چاہئے کہ اپنی دعاؤں میں اس امن والے گھر کو بھی ہمیشہ اس لحاظ سے پیش نظر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ پہلا گھر جو امن و سلامتی کا نشان ہے جس میں آج احمدی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے، احمدی کے لئے وہاں داخل ہونے میں امن کی کوئی ضمانت نہیں ہے جو اُس ابراہیم کے پیرو ہیں جو سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے امن والے گھر میں داخل ہو، اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا فرمائے کہ مسیح محمدی اور اِس زمانے کے ابراہیم کے ماننے والے امن و سکون سے اس امن والے گھر میں داخل ہو سکیں اور جب وہ وقت آئے گا اور ان شاء اللہ ضرور آئے گا تو پھر دنیا دیکھے گی اور تسلیم کرے گی کہ ہاں اب اس کے حقیقی وارث اس تک پہنچے ہیں اور اب اس امن کے سمبل (Symbol) کا اثر بھی دنیا میں پیار، محبت اور امن و سلامتی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 6/ جولائی 2007ء)

روح المعانی میں مؤمن کے لفظ کی وضاحت میں لکھا ہے کہ اَلْمُؤْمِن کا معنی ہے وہ جو اپنے بندوں کو سب سے بڑی گھبراہٹ یعنی قیامت کے دن سے امن بخشنے والا ہے۔ پھر بندوں کو اس سب سے بڑی گھبراہٹ سے اس طرح امن بخشنے والا ہے کہ ان کے دلوں میں طمانیّت پیدا کر دے یا انہیں اپنی جناب سے خبر دے کر امن بخشے کہ ان پر کوئی خوف نہ ہو گا۔

**سامعین!** آیت کا ترجمہ جو تقریر کے شروع میں پڑھا گیا ہے اس میں مُؤْمِنٌ کے معنی امن دینے والے کے کئے گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے "سب کو امن دینے والا" اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے "امن دینے والا" کے کئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے فرماتے ہیں:

"پس ہر شخص کا انفرادی امن بھی اور معاشرے کا امن بھی اور دنیا کا امن بھی اُس ذات کے ساتھ وابستہ رہنے سے ہے جو امن دینے والی ذات ہے جس کا ایک صفاتی نام جیسا کہ آپ نے سنا اَلْمُؤْمِنُ ہے۔ پس اس نام سے فیض بھی وہی پائے گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم صِبْغَةَ اللّٰهِ کہ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو، پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اِس سے دُور ہو کر ہر امن کی کوشش رائیگاں جائے گی۔ ہر کوشش کا آخری نتیجہ ذاتی مفادات کے حصول کی کوشش ہو گا نہ کہ امن۔ اور یہ امن اسی کو مل سکتا ہے جن کا ایمان کامل ہو۔"

(خطبہ جمعہ 6/ جولائی 2007ء)

اللہ تعالیٰ کے امن میں آنے کے لئے ایک مؤثر ذریعہ نماز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نماز اصل میں دعا ہے۔ نماز کا ایک ایک لفظ جو بولتا ہے وہ نشانہ دعا کا ہوتا ہے۔ اگر نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کے لیے تیار رہے کیونکہ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ سوائے اس کے کہ ہلاکت کے نزدیک خود جاتا ہے اور کیا ہے۔ ایک حاکم ہے جو بار بار اس امر کی ندا کرتا ہے کہ میں دکھیاروں کا دکھ اٹھاتا ہوں۔ مشکل والوں کی مشکل حل کرتا ہوں۔ مَیں بہت رحم کرتا ہوں۔ بے کسوں کی امداد کرتا ہوں لیکن ایک شخص، جو کہ مشکل میں مبتلا ہے، اس کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی ندا کی پروا نہیں کرتا۔ نہ اپنی مشکل بیان کر کے طلبِ امداد کرتا ہے تو سوائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اَور کیا ہو گا؟ یہی حال خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ تو ہر وقت انسان کو آرام دینے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ کوئی اس سے درخواست کرے۔ قبولیتِ دعا کے لیے ضروری ہے کہ نافرمانی سے باز رہے اور دعا بڑے زور سے کرے کیونکہ پتھر پر پتھر زور سے پڑتا ہے تب آگ پیدا ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 70)

**سامعین!** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔

"امن است در مکان محبت سرائے ما"

ہمارا مکان جو ہماری محبت سرائے ہے اس میں ہر طرح سے امن ہے۔

(تذکرہ صفحہ 512)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"زلزلہ کے وقت ہم مع اپنے تمام اہل و عیال کے باغ میں چلے گئے تھے اور ایک میدان ہماری زمین کا جس میں پانچ ہزار آدمی کی گنجائش ہو سکتی تھی ہم نے سونے کے لئے پسند کیا اور اس میں دو خیمے لگائے اور ارد گرد قناتوں سے پردہ کر دیا مگر پھر بھی چوروں کا خطرہ تھا کیونکہ جنگل تھا اس کے قریب ہی بعض دیہات میں نامی چور رہتے ہیں جو کئی مرتبہ سزا پا چکے ہیں۔ ایک مرتبہ رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا مَیں پہرہ کے لئے پھرتا ہوں۔ جب مَیں چند قدم گیا تو ایک شخص مجھے ملا اور اس نے کہا کہ آگے فرشتوں کا پہرہ ہے یعنی تمہارے پہرہ کی ضرورت نہیں، تمہاری فرودگاہ کے ارد گرد فرشتے پہرہ دے رہے ہیں۔ "امن است در مکان محبت سرائے ما"۔ پھر چند روز کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ ارد گرد کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا باشندہ جو نامی چور تھا چوری کے ارادہ سے ہمارے باغ میں آیا اور اس کا نام بشن سنگھ تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا جب وہ اس ارادہ سے باغ میں داخل ہوا مگر موقع نہ ملنے سے ایک پیاز کے کھیت میں بیٹھ گیا اور بہت سی پیازیں اس نے توڑیں اور ایک ڈھیر لگا دیا اور کسی نے دیکھ لیا تب وہاں سے دوڑا۔ وہ اس قدر قوی ہیکل تھا کہ اس کو دس آدمی پکڑ نہ سکتے اگر خدا کی پیشگوئی نے پہلے سے اس کو پکڑا ہوا نہ ہوتا۔ دوڑنے کے وقت ایک گڑھے میں پیر اس کا جا پڑا پھر بھی وہ سنبھل کر اٹھا مگر آگے پیچھے سے لوگ پہنچ گئے اور اس طرح پر سردار بشن سنگھ باوجود اپنی سخت کوشش کے پکڑے گئے اور عدالت میں جاتے ہی سزایاب ہو گئے۔ بعد اس کے ہمارے سکونتی مکان میں جو باغ میں ہے جس میں ہم دن کے وقت رہتے تھے ایک بڑا سانپ نکلا جو ایک زہریلا سانپ تھا اور بڑا لمبا تھا وہ بھی اس چور کی طرح اپنی سزا کو پہنچا۔ اور اس طرح پر فرشتوں کی حفاظت کا ثبوت ہمیں دست بدست مل گیا۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 315-316)

اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کر کے اور اس رنگ میں رنگین ہو کر ہی ہم حقیقی عبد بن سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایک مؤمن کی خصوصیت یہ ہے، جس کا قرآن کریم میں یوں ذکر آتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:166) یعنی اور جو لوگ مؤمنین ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں۔ پس مؤمن ہونے کی یہ نشانی ہے کہ ایک سچے مؤمن کی زندگی صرف ایک ذات کے گرد گھومتی ہے اور گھومنی چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ایک مؤمن، مؤمن کہلا ہی نہیں سکتا۔ ایک مؤمن کا غیب پر ایمان، نمازیں پڑھنا، قربانی کرنا، انبیاء پر ایمان، اس وقت کامل ہو گا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شدید محبت کا کیسا اعلیٰ نمونہ ہمارے سامنے رکھا کہ کفار بھی یہ کہہ اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمدؐ تو اپنے ربّ پر عاشق ہو گیا۔ اور آپؐ نے ہمیں کیا خوبصورت دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ! مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ مَیں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی اتنی محبت میرے دل میں ڈال دے جو میری اپنی ذات، میرے مال، میرے اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ ہو۔ (صحیح الترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر 3490)

پس ایک مؤمن کا معیار اور خصوصیت یہ ہے جس کو حاصل کرنے کی ایک مؤمن کو کوشش کرنی چاہئے۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے اس محبت کے حصول کے لئے بھی اسی کے آگے جھکنا اور اس سے دعائیں کرنا ضروری ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13/ جولائی 2007ء)

اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْمُؤْمِن کو اپنا کر ہم حقیقی مؤمن بن سکتے ہیں۔ اس کے لئے مؤمن کی تعریف بھی ہمیں معلوم ہونی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مؤمن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھہرایا ہے بجالاوے اور ہر ایک کارِ خیر کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنّع و نمائش وریا کو اس میں داخل نہ ہو۔ یہ حالت مؤمن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلّق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے۔ الغرض ہر ایک فعل اس کا اور ہر حرکت اور سکون اس کا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اس وقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ مَیں کسی بات میں اس قدر تردّد نہیں کرتا جس قدر کہ اس کی موت میں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مؤمن اور غیر مؤمن میں ہمیشہ فرق رکھ دیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہئے کہ ہر وقت رضائے الٰہی کو ماننے اور ہر ایک رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں دریغ نہ کرے۔ کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ 343۔ 344۔ جدید ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ **اَلْمُؤْمِنُ** صفت کے تحت فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ امن دینے والا بھی ہے، امن میں رکھنے والا بھی ہے اور ایمانوں کو مضبوط کرنے والا بھی ہے۔ اس لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس اللہ تعالیٰ کی ہر صفت پر اپنے کامل ایمان کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں... احمدی کو ہمیشہ اپنے ایمانوں پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور جس کے حصول کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تعلیم دی ہے اور اس کے حصول کے لئے ہم نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی اس تعلیم پر مکمل طور پر عمل کرنے والا ہو۔"

(خطبہ جمعہ 6/ جولائی 2007ء)

**سامعین!** ابھی تک ہم **اَلْمُؤْمِنُ** کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر بیان کر رہے تھے۔ اس کا ایک اَور بھی پہلو ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے حوالے سے ہے کہ صِبْغَةَ اللّٰهِ اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کے تحت صفاتِ باری تعالیٰ کو اپنے اندر اُتارے اور ہر مسلمان،، مؤمن بن کر خود اپنی ذات میں پُر امن ہو اور دوسروں کے لئے بھی امن کا باعث بنے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ

**اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ**

(مسند احمد بن حنبل)

کہ مؤمن وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مؤمنوں کے لئے **اَلْمُؤْمِنُ**، **اَلْمُؤْمِنُوْن**، **اَلْمُؤْمِنِيْن** اور **اَلْمُؤْمِنَات** کے الفاظ سینکڑوں کی تعداد میں استعمال فرمائے ہیں۔ خدا کی صفت **اَلْمُؤْمِنُ** باقی صفات میں بہت اہمیّت کی حامل ہے۔ کیونکہ دُنیا کی بقا، امن سے وابستہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں بار مؤمنوں کو مخاطب ہو کر بہت سے احکام دیئے ہیں۔ جن سے دنیا میں اور معاشرہ میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مؤمنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبّت کرنے، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایک بدن کی سی ہے جب ایک عُضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے باقی سارا بدن بیداری اور بخار میں شامل ہوتا ہے۔ پھر ایک اَور موقعہ پر فرمایا کہ مؤمن، مؤمن کے لئے عمارت کی طرح ہے۔ جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو مضبوط کئے رکھتا ہے۔ اس موقع پر آپؐ نے اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں پرو دیا۔

(حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 169۔170)

امن کی اہمیّت اِس سے بھی اُجاگر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکّہ کو دارالامن قرار دیا اور رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا (البقرہ:127) کی دعا سکھلائی۔

امن قائم کرنے اور ماحول کو پُرامن رکھنے کے حوالے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن اور احادیث میں بہت سی ہدایت دی گئی ہیں۔

آج کے دَور کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء نے بھی ہمیشہ امن کی تعلیم دی بلکہ حضور علیہ السلام کی ایک دعا یوں ملتی ہے۔

رَبَّنَا اِنَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا فِيْ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(مکتوباتِ احمدیہ جلد 1 صفحہ 108)

آج سینکڑوں امن کانفرنسز دنیا بھر میں منعقد ہو چکی ہیں جن میں ہمارے امام ہمام بنفسِ نفیس شامل ہو کر امن کا پیغام دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صِبْغَةَ اللّٰهِ اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کے تحت حقیقی مؤمن بننے کے توفیق دیتا رہے۔

(اس تقریر کی تیاری میں خطبات جمعہ 6/ جولائی 2007ء اور 13/ جولائی 2007ء سے مدد لی گئی ہے)

(کمپوزڈ: زاہد محمود)